JUN-28-2007 THU 11:36 AM CUMBRE CONST TRUMAN FAX No. 5052683019 P. 001/015

مزاحیات

ڈاکٹر محمد یونس بٹ

سنگِ میل پبلی کیشنز ۰ لاہور

مزاحیات

شناخت پریڈ

تو تو میں میں	10
حوا کی بیٹی	14
گنجے گرانمایہ	18
سی می	21
ہیوی ویٹ ہیروئین	24
ڈاکٹر موت	27
افریقہ کا بٹ	30
لا - ہور	33
راسپوٹین	36
تھانیدار صحافی	38
مجرم ظریفی	41
شہید اردو	44
لاؤڈ سپیکر	47
ڈاکٹر بلھے شاہ	50
ادب کی پھولن دیوی	53
شوبوائے	56
پنجاب کا ہیرو	59
ٹف شی	62
زبان کا دھوبی	65
بابائے عشق	68
ادیبوں کا ہیڈ ماسٹر	71
چمن جی	74
جناب بے نیازی	77
ضیاع بٹ	80
ٹی ہاؤس کا سرحدی گاندھی	82
مسٹر میں اور آپ	84
بلبل پاکستان	86
چار کا ٹولہ	89
مختصر ترین ہیروئین	93

شیطانیاں

ملکہ معظمہ	96
شیطان	101
"آئی لو یو" کہنا	105
دکن کی طوائف	108
پیار کا شہر	111
خودکشی کرنا	115
مونچھیں تراشنا	118
بزرگ پالنا	121
بائیں کاندھے کا فرشتہ	125

JUN-28-2007 THU 11:37 AM CUMBRE CONST TRUMAN FAX No. 5052683019 P. 003/015

420	CLOTHESTROPHOBIA
423	گھوڑے بگھوڑے
425	بیٹی کی بیٹی
428	تن خواہ
431	خاوندِ اعلیٰ
434	قرض ہسنا
437	بچگانہ مزاح
439	غور منٹ
441	بے دال سیاست
444	فقیرِ اعلیٰ
447	قذافی اور قذاقی
450	ابوالخبائث
453	سر تاج کستان
456	فلم "جمہوری بادشاہ"
459	فلم + بر + داشتہ
462	ساسیات
465	آف-تاب
468	سیاہ-ست
471	غنیز بک بک آف ورلڈ ریکارڈز
474	دیوار یہ
477	CROOK BOOK
481	گاؤماتا اور گاؤماتا
484	ضیاء بیطس

شناخت پریڈ

تو تو مَیں مَیں

یوں تو ادیبوں' شاعروں کو اپنے بارے میں کچھ کہنے کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی' جب ان کا دل چاہے کہ ان کے بارے میں کچھ کہا جائے وہ محفل سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور وہاں بیٹھے ادیب شاعر ان کی چاہت پوری کر دیتے ہیں۔ سو محمد یونس بٹ کے بارے میں کہہ کر میں آپ ہی کا کام کر رہا ہوں۔

دیکھنے میں ایسا کہ ادیب شاعر اسے محمد یونس بٹ کا بیٹا سمجھ کر شفقت سے پیش آتے ہیں۔ قد اتنا کہ اسے ہر دوسرا شخص خود سے بڑا نظر آتا ہے۔ کھڑا ہوا لگتا ہے بیٹھا ہوا ہے۔ چلتا یوں ہے جیسے کشمیر فتح کرنے جا رہا ہو۔

برتھ سرٹیفکیٹ کے حساب سے اپنی پیدائش کے ایک سال بعد پیدا ہوا اور اس سے کئی سال پہلے اس کا نام رکھا جا چکا تھا۔ بچپن میں صحت ایسی تھی کہ والدہ اسے سکول لے کر جاتی تو محلے والے سمجھتے ہسپتال لے کر جا رہی ہیں۔ گوجرانوالہ کی روایت کے مطابق ورزش کے لیے اکھاڑے گیا تو استاد پہلوان نے دیکھ کر کہا "تمہاری ورزش کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ روزانہ دو کشتیاں دیکھ لیا کرو۔"

بچپن ہی سے اس میں ڈاکٹر بننے کی صلاحیتیں تھیں یعنی ہینڈ رائٹنگ شروع ہی سے خراب تھی۔ اردو پنجابی میں بہت کچھ لکھا جس سے ادب کو کوئی فائدہ ہو نہ ہوا سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ اس کی ہینڈ رائٹنگ بہتر ہو گئی ہے۔

پہلے کارٹون بناتا تھا جب سے ادب میں آیا ہے کارٹون بنانے چھوڑ دیے ہیں۔ اس کی وجہ

یہ بتاتا ہے کہ ادب میں کارٹونوں کا کوئی سکوپ نہیں کیونکہ یہ کمی شاعروں' ادیبوں کی تصویروں سے پوری ہو جاتی ہے' تاہم اردو شاعری کے حوالے سے ادب اس کا احسان ہمیشہ یاد رکھے گا کہ اس نے تمام مواقع ملنے کے باوجود شاعری نہ کی۔ شعروں کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جو لوگ شاعری کے ساتھ کرتے ہیں۔

یوں تو بچے کا آنسو دنیا میں اس کا سب سے پہلا لفظ ہوتا ہے' لیکن بچپن میں وہ مصیبت میں ہوتا یا کسی کو مصیبت میں دیکھتا تو رونے کی بجائے لکھنے لگتا' یوں اس نے رونے کا کام لکھنے سے لیا۔ آج بھی اس کی تحریریں پڑھ کر یہی لگتا ہے گھر والوں نے جب اسے کسی غلطی کی سخت سزا دینا ہوتی تو اسے کچھ نہ کہتے اور وہ ساری رات سو نہ سکتا۔

دوسروں سے تعلقات یوں ختم کرتا ہے کہ انہیں کئی سال بعد پتا چلتا ہے اور جن سے نئے تعلقات بناتا ہے انہیں بھی اتنی ہی دیر بعد پتا چلتا ہے۔ زیادہ لوگوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تاکہ کم سے کم لوگوں کو اس سے مایوسی ہو۔ وہ ہر قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھ سکتا ہے مگر اس کے پاس ہر قسم کا آدمی نہیں بیٹھ سکتا۔ کسی کو قائل کر کے دوستی اور محبت نہیں کرتا۔ کہتا ہے جسے میں قائل کر سکتا ہوں اسے کوئی بھی قائل کر سکتا ہے اور جو ہر کسی سے قائل ہو جائے وہ دوستی اور محبت کے قابل کہاں۔ دو قسم کے لوگوں سے ملتے ہوئے ڈرتا ہے۔ ایک وہ جن کے ساتھ رہنا مشکل ہو اور دوسرے وہ جن کے بغیر رہنا مشکل ہو۔ دوست صورت دیکھ کر اور دشمن سیرت دیکھ کر بناتا ہے۔ اس قدر بزدل کہ جسے ناپسند کرتا ہے' اسے پتا نہیں چلنے دیتا اور جس سے محبت کرتا ہے اسے بھی پتا نہیں ہوتا۔ حالانکہ خاموشی ناپسندیدگی کے اظہار کا بہترین طریقہ سہی' مگر محبت کے اظہار کا بدترین طریقہ ہے جس کسی کو سزا دینا چاہے اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اس سے نفرت کرے۔ جس کو چاہے کہ اس کا دشمن نہ بنے' اسے دوست نہیں بناتا۔

ہر چیز سے خوف کھاتا ہے۔ دشمن کی بجائے دوستوں سے باتیں کرتے وقت زیادہ ڈرا ہوتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ کر دے جس سے وہ ناراض ہو جائیں۔ اسی لیے جلد از جلد تنہا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

وہ ہر کام کر سکتا ہے مگر انتظار نہیں کر سکتا۔ انتظار کرتے ہوئے اسے بخار ہو جاتا ہے اور بخار کے درجے سے پتا چلتا ہے انتظار زنانہ ہے یا مردانہ۔

جانتا ہے غلطی کرنا انسان کا کام ہے اور معاف کرنا خدا کا اور وہ وہی کام کرتا ہے جو انسان کے کرنے والا ہوتا ہے۔ جس دن وہ کوئی کام نہ کرے سمجھ لیں آج اسے بہت سے کام ہیں۔

لوگوں کے موڈ اور انداز سے ان کی بات کہنے سے پہلے سمجھ جاتا ہے۔ لیکن لوگ اس کی بات اس کے کہنے کے بعد بھی نہیں سمجھتے۔ دوران گفتگو آپ سمجھیں گے وہ آپ کی بات بڑی توجہ سے سن رہا ہے' حالانکہ وہ اپنے بولنے کی باری کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔

اس کا دل دیہاتی' آنکھیں شہری اور دماغ کسباتی ہے۔ ڈاکٹری کو بیوی اور ادب کو محبوب کہتا ہے۔ کھیلوں سے دلچسپی نہیں' کہتا ہے مجھے ایسی جیت نہیں چاہئے جس کے ساتھ کسی کی ہار وابستہ ہو۔

ایک وقت میں ایک سے زیادہ غلط کام نہیں کرتا جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک وقت میں صرف ایک ہی کام کرتا ہے۔ اردو پنجابی دونوں بولتا ہے مگر کسی زبان میں "ناں" نہیں کہہ سکتا۔

بروں کی نسبت اچھوں سے زیادہ محتاط رہتا ہے کہ برے تو ظاہر ہوتے ہیں خود کو اچھا ظاہر کرنے والوں کا کیا پتا کب برا پیش آئیں۔

کہتا ہے میری کامیابی کا یہ راز ہے کہ سارے کام خود کرو۔ ٹھیک کہتا ہے اس نے یہی بات لوگوں کو کہہ کر کامیابی حاصل کی ہے۔ خوبیوں والے دوستوں کی تلاش کرتا ہے' لیکن اس طرح کہ پہلے دوست تلاش کر لیتا ہے پھر ان کی خوبیاں تلاش کرنے لگتا ہے۔ اس کے بارے میں بری رائے قائم کرنے کے لیے ایک بار ملنا ہی کافی ہے' البتہ اچھی رائے قائم کرنے کے لیے کئی بار ملنا پڑتا ہے۔

جب وہ لاہور میں آیا تھا تو اسے پورے شہر میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ اب تو بہت لوگ اس کی عزت اور اس سے پیار کرتے ہیں۔ جس سے لگتا ہے کہ اب بھی اسے کوئی نہیں جانتا۔

حکم یوں دیتا ہے جیسے گزارش کر رہا ہو اور گزارش یوں کرتا ہے جیسے حکم دے رہا ہو۔ خدا کے علاوہ کسی اور کی محبت میں شریک نہیں رکھتا۔ اپنی پریشانی کسی کو نہیں بتاتا کہ اس سے پریشانی کم نہیں ہوتی تو زیادہ بھی نہیں ہوتی۔ جس موقع پر لوگ دوسروں سے ناراض ہوتے ہیں یہ اس موقع پر بھی خود سے ہی ہوتا ہے۔ پسندیدہ جگہ' جہاں سے آسمان نظر آئے۔ پسندیدہ سواری' ٹانگیں۔ اسے وہ کھانا پسند ہے جس میں کھانے والے پسند کے ہوں۔

وہ کام نہیں کرتا جو اس سے نہ ہو سکے اور وہ کام بھی نہیں کرتا جو ہر کسی سے ہو سکے۔ جس دن اسے کوئی مسئلہ نہ ہو' پریشان رہتا ہے۔ کہتا ہے' مخلوط تعلیمی اداروں میں شریف لڑکی وہ ہوتی ہے جو روزانہ ایک ہی لڑکے سے چائے پیتی ہے اور شریف لڑکا وہ ہوتا ہے جس سے روزانہ مختلف لڑکیاں چائے پیتی ہیں۔ اس لحاظ سے وہ نہ خود کالج کے شریف لڑکوں میں شامل ہو سکا اور نہ اس سے کوئی لڑکی شریف ہوئی۔

جس ماحول میں ہو اسی کا حصہ بن جاتا ہے، مگر اس ماحول کو اپنا حصہ نہیں بناتا۔ جن چیزوں کو خریدا جاسکے ان کی اسے خواہش نہیں اور جو بغیر کسی قیمت کے ملیں ان کو لیتا نہیں۔

اس کا پسندیدہ دوست محمد یونس بٹ ہے اور دشمن بھی یہی ہے۔

اس کی ایک عجیب و غریب عادت ہے جس سے ملنے کی نیت بنا کر جائے صرف اسے ہی مل سکتا ہے۔ اگر اس جگہ پر اسے کسی اور سے ملنا ہو تو پھر کمرے میں آکر اس سے ملنے کی نیت کر کے دوبارہ جائے گا۔

ہر وقت جلدی میں ہوتا ہے جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کی کامیابی کے لیے دن رات ایک کر دیتا ہے اور جونہی کامیابی کے آثار پیدا ہوتے ہیں اسے چھوڑ کر کوئی اور کام پھر زیرو سے شروع کر دیتا ہے اور اکثر زیرو پر ہی رہتا ہے۔

حوا کی بیٹی

حوا کی بیٹی دنیا میں دوبار جنم لیتی ہے۔ ایک بار ماں کے پیٹ سے اور دوسری بار ڈولی کے [illegible] مگر ہمارے ہاں پہلی اور دوسری پیدائش میں کوئی خاص فرق نہیں یعنی دونوں بار [illegible] کی تاریخ جگہ اور لوگوں کے انتخاب میں اس کی رائے نہیں لی جاتی۔

اس کا جسم گولائیوں سے مل کر بنا ہے جبکہ آدمی کا زاویوں سے۔ اس کا وجود پیاز کی طرح ہے [illegible] مرضی پرتیں اتاریں پھر بھی کوئی نہ کوئی موجود ہو گی بلکہ یہ خود بھی اس وقت تک [illegible] ہو گی جب تک کوئی نہ کوئی پرت ہو گی۔

دنیا کی سب سے پہلی عورت 'مرد' تھی پھر اسے حضرت آدم کے سینے سے علیحدہ کیا گیا مگر [illegible] کے علاوہ دنیا کا ہر مرد پہلے عورت ہوتا ہے تو مہینے بعد وہ اس کے جسم سے علیحدہ ہوتا ہے اس لیے ساری زندگی اسے سب سے زیادہ کشش اپنے اصل ہی کی ہے۔ حوا تو وہ سیڑھی ہے [illegible] کے ذریعے انسان عرش سے فرش پر اترتا ہے اور باقی ساری زندگی واپس چڑھنے کا [illegible]تا ہے۔

[illegible] میں اور مرد میں وہی فرق ہے جو پھل اور بیج میں۔ پھل میں ذائقہ اور کئی بیج ہوتے ہیں جبکہ بیج میں پورا شجر۔ وہ آئینے کی طرح ہے یعنی اس میں وہی نظر آتا ہے جو اس وقت اس کے سامنے ہوتا ہے۔

وہ اس دنیا کی سب سے پہلی تخلیق کار ہے مگر اپنی تخلیق 'مرد' کے ہاتھوں تنگ ہے۔ جس نے [illegible] خدا (مجازی) ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔

اسے خوش کرنا سب سے آسان اور اسے خوش رکھنا سب سے مشکل ہے۔ اس کو حاصل کرنا آرٹ اور اسے رکھنا سائنس ہے۔ اسے وہ سب سے زیادہ جانتا ہے جس کو یہ پتہ ہے کہ وہ [illegible] نہیں جانتا۔

[illegible] ایک لباس ہے شاید اسی لیے عورتوں کو پسند نہیں۔ کہتے ہیں مرد اس وقت مرتا

ہے جب اس کی نبض رک جائے اور عورت اس وقت جب اس کی زبان رُکے۔ زبان اس کے جسم کا سب سے سخت عضو ہے۔ دنیا کے آدھے مسائل حوا کے پیدا کردہ ہیں اور باقی آدھے ان مسائل کو سلجھانے کی کوشش میں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ آنکھوں سے زیادہ کانوں کا استعمال کرتی ہے اور مرد کانوں سے زیادہ آنکھوں کا۔

اگرچہ شادی عورتوں کو مردوں میں برابر برابر تقسیم کرنے کا نام ہے پھر بھی حوا کی بیٹی کی آدھی عمر شادی کے انتظار میں گزرتی ہے اور باقی اس کی یاد میں۔ کہتے ہیں مرد محبت کے لیے شادی کرتا ہے اور عورت شادی کے لیے محبت۔

عورت اس دنیا کی خوبصورت بدصورتی ہے اور مرد بدصورت خوبصورتی۔ اس دنیا میں عورت کی سب سے بڑی محافظ اس کی بدصورتی ہے اور وہ سب سے خوبصورت اس وقت ہوتی ہے جب حاملہ ہو۔ مسکراہٹ اس کے چہرے کا نقاب ہے اور نقاب میں اصلی چہرہ نظر نہیں آتا۔ اس کے لیے سب سے بڑی گالی یہ ہے کہ تم بوڑھی ہو۔ وہ میک اپ جس میں وہ سب سے خوبصورت لگتی ہے "خوشی" ہے اس کا لباس اس کے جسم کی روح ہے۔

حوا کی بیٹی اس دنیا میں اللہ کا سب سے بڑا اور حسین انعام ہے اسی لیے ہر کوئی چاہتا ہے سب سے پہلے یہ انعام اسے مل جائے۔ اچھی بری عورت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ کس بات پر خوش ہوتی ہے۔ اس کے بناؤ سنگھار اور اطوار سے پتا چل جاتا ہے کہ وہ کیا چاہتی ہے؟ دنیا میں جو دوسروں کو اس کی عزت نہیں کرنے دیتا وہ یہ خود ہے۔ یہ مرد کو بے وقوف جانتی ہے اور مرد اسے بے وقوف مانتا ہے۔ عورت سب سے طاقتور اس وقت ہوتی ہے جب مرد اسے کمزور کہے۔ مرد اس وقت بوڑھا ہوتا ہے جب وہ محسوس کرے اور عورت اس وقت بوڑھی ہوتی ہے جب دوسرے محسوس کریں۔

کہتے ہیں حوا دنیا میں شیطان کی ایجنٹ ہے یہ بات درست لگتی ہے۔ کیونکہ شیطان بھی تو مذکر ہی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں جو مردوں کی بدترین صفتیں ہیں۔ غرور، بزدلی اور کنجوسی۔

تاریخ گواہ ہے مرد دنیا میں سب سے زیادہ عورت سے متاثر ہوا۔ اس سے زیادہ اسے کوئی جنگ بھی متاثر نہ کر سکی لیکن "ف" کہتا ہے عورت بیچاری کیا کر سکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ جنت سے نکلوا سکتی ہے۔ اس بیچاری کو تو اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا بدلہ لینے کے لیے بھی ایک مرد پیدا کرنا پڑتا ہے۔ ویسے حوا کی بیٹی نے مرد کو بڑے بڑے مسائل سے بچایا ہے۔ وہ اس کو چھوٹے چھوٹے مسائل میں اتنا مصروف رکھتی ہے کہ اس کے پاس وقت ہی نہیں

رہتا کہ وہ بڑے بڑے مسئلوں کے بارے میں سوچ کر پریشان ہو۔

عورت کام کے معاملے میں مرد سے کم زور ہے یعنی وہی کام مرد سے کم زور پر کر لیتی ہے بلکہ مرد زندگی کے سارے کام کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اس کا بس چلے تو وہ اسے سانس بھی نہ لینے دے۔

عورت اور مرد کی سائیکی میں یہ فرق ہے کہ مرد یہ نہیں دیکھتا ہے کہ اس کی پہنچ میں کیا ہے بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کی پہنچ سے باہر کیا ہے جبکہ حوا کی بیٹی وہی کچھ دیکھتی ہے جو اس کی پہنچ میں ہوتا ہے۔ مرد چاہتا ہے وہ عورت کی زندگی کا پہلا مرد ہو جبکہ عورت چاہتی ہے کہ وہ مرد کی زندگی کی آخری عورت ہو۔

عورت مشکل القلب ہے حیرانی کی بات ہے کہ لوگ اس کے بارے میں متضاد رائے رکھتے ہیں اور اس سے زیادہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ بیک وقت صحیح بھی ہوتے ہیں۔

آزادیٔ نسواں کی تحریک دراصل آزاد نسواں کی تحریک ہے اور وہ یہ چاہتی ہیں کہ وہ مرد کی مرضی سے اس کی غلام نہ بنیں بلکہ اپنی مرضی سے اس کی غلام بنیں۔ لینن نے کہا تھا عورت صحیح معنوں میں اس دن آزاد ہو گی جب گھر سے باہر نکلے گی۔ شاید اسی لیے ہمارے ہاں جب عورت کو گھر سے نکالتے ہیں تو کہتے ہیں جا تجھے آزاد کیا۔ عورت چاہتی ہے کہ دنیا میں اس کی حکمرانی ہو۔ ہے بھی ٹھیک کہ دنیا تو بنی ہی اس کے لیے ہے ورنہ مرد کے لیے تو اللہ نے جنت بنائی تھی۔ مرد کو جنت سے دنیا میں لانا اسی کا کام ہے اور وہ آج بھی یہی کر رہی ہے۔ بچے کا پیدا ہونا دراصل اس کا جنت سے نکلنے کا عمل ہی تو ہے کہ ماں کے پیٹ سے زیادہ آسائش جنت میں کیا ہوں گی۔ یہی نہیں اس بچے سے زیادہ نیک لوگ جنت میں کم ہی ہوں گے۔

عورت اور مرد کا فطری رشتہ ایک ہی ہے جو حضرت آدم اور حضرت حوا کا تھا۔ باقی سارے رشتے انسان کی اپنی دریافت ہیں بلکہ خدا بھی انسان ہی کی دریافت ہے اور وہ شخص اتنا ہی عظیم ہوتا ہے۔ جتنی عظیم وہ دریافت کرے۔

مختلف علاقوں میں لوگ حوا کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔ افریقی کہتے ہیں دس مردوں میں ایک روح ہوتی ہے۔ انگلستان میں کہاوت ہے عورت تیرا نام کمزوری جبکہ ایرانی عورت کا دوسرا نام بے وفائی بتاتے ہیں۔ جاپانی فرماتے ہیں جو عورت غور و فکر کرتی ہے بدصورت ہوتی ہے۔ اطالوی کہاوت ہے "گھوڑا اچھا ہو یا برا اس کے لیے مہمیز چاہیے ایسے ہی عورت اچھی ہو یا بری اسے ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جرمن کہتے ہیں بد معاشوں اور

رذیلوں سے محبت کرنے والی ہستی خدا کے بعد عورت ہے جبکہ ہمارے ہاں ہے کہ عورت اور گھوڑی اس کی جس کے قبضے میں ہو۔ اس سے یہ پتا چلے نہ چلے کہ عورت کیا ہوتی ہے یہ ضرور پتہ چل جاتا ہے کہ ان ملکوں میں عورت کے ساتھ کیا ہوتی ہے۔

حوا غزل کا شعر ہے اور مرد نثر پارہ' نثر پارہ جیسا ہوتا ہے ویسا ہی رہتا ہے۔ مگر شعر کا مطلب تو ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا پڑھنے والا' یوں بھی ہمارے ہاں دو غزلے' سہ غزلے اور چہار غزلے کی قانونی اجازت ہے مگر کوئی دو مضمونہ' سہ افسانہ اور چار افسانہ سننے میں نہیں آیا چوری چھپے کی بات اور ہے۔

محبت عورت کی ایجاد ہے اور مرد کی دریافت ہے۔ یہ وہ بیماری ہے جس میں مرد عورت کی بینائی کم ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو یہ اندھے بھی ہو جاتے ہیں۔

حوا کی بیٹی ہر کسی پر اعتبار کر لیتی ہیں اسی لیے ناقابل اعتبار ہے۔ کہتے ہیں جذبات مرد کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور عورت جذبات کے ہاتھ میں' جذباتی ہو کر زندگی کے فیصلے کر لیتی ہے اور پھر ساری عمر انہیں عقل سے صحیح ثابت کرنے میں لگی رہتی ہے۔ حسن ظن سے زیادہ حسن زن سے کام لیتی ہے۔

اس کو وہی پسند ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اللہ کو اپنی تعریف سننا پسند ہے۔ یوں بھی مرد کا عورت کی تعریف کرنا دراصل اپنی ہی پیدائش کو حق بجانب قرار دینا ہے ورنہ اس نے دل سے اسے آج تک بیوی' باندی اور بیوہ کے سوا کوئی مقام نہیں دیا۔ لیکن اللہ نے حوا کی بیٹی کو وہ رتبہ دیا ہے کہ اگر خدا کو زمین پر کسی روپ میں آنا پڑا تو وہ یقیناً کسی مرد کی بجائے ماں کا روپ ہوگا۔

گنجِ گرانمایہ

وہ ادب کے گنجِ گرانمایہ میں سے ہے۔ اس کا سر اوپر سے خالی ہے حالانکہ ہمارے ہاں [illegible] کا اندر سے خالی ہوتا ہے۔ اس کے پاس سنوارنے کو بال نہیں تو کیا ہوا دھونے کو منہ [illegible] ہے۔

[illegible] بات بات پر لطیفہ سناتا ہے جس دن محفل میں سنجیدہ ہو دوستوں کو اس کی صحت کی فکر [illegible] لگتی ہے۔ لطیفہ سنانے سے پہلے ہی سننے والوں کو ہنسانے لگا کہ بعد میں کیا پتہ کوئی ہنسے [illegible]۔ چپ رہنا اس کے لیے مشکل ہے حالانکہ یہ تو اتنا آسان ہے کہ اس کے لیے زبان تک نہیں ہلانا پڑتی۔ امجد اسلام امجد بات کر رہا ہو تو کسی کا لحاظ نہیں کرتا جب لحاظ کر رہا ہو تو بات نہیں کرتا۔ برے کی بات سن لیتا ہے مگر بری بات نہیں سنتا۔ اگر بری بات سننا چاہے تو بولنے لگتا ہے۔ زمانہ طالب علمی میں بھی اس کے موسلا دھار بولنے کی وجہ سے استاد اسے اٹھا کر سٹیج پر بٹھا دیتا۔ اب اتنا بڑا ہو گیا ہے مگر تقریبات میں آج بھی اسے اٹھا کر سٹیج پر بٹھا دیتے ہیں اس کے بارے میں وہ لوگ بھی اچھی رائے رکھتے ہیں جو اسے ایک بار بھی نہیں ملے۔ [illegible] اچھی رائے کی وجہ بھی یہی ہو۔

[illegible] باتوں باتوں میں خوبصورت عورتوں کو شیشے میں اتار لیتا ہے مگر خود ان کی موجودگی میں [illegible] زیادہ سے زیادہ جرابیں ہی اتار سکتا ہے۔ عورتوں کو ملنے سے پہلے جہاں دوسرے بال' ٹائیاں اور چشمے ٹھیک کر رہے ہوتے ہیں' یہ نیت ٹھیک کر رہا ہوتا ہے۔ اس نے جو چاہا وہ حاصل کیا [illegible] جو حاصل کیا وہی چاہا۔

امجد ہر کام میں اپنے بہن بھائیوں میں اول رہا وہ تو پیدا ہونے کے معاملے میں بھی اول [illegible] اس کا گھرانہ ایسا مذہبی تھا کہ خواتین اردو شعروں سے بھی پردہ کرتیں' مگر اس نے [illegible] کو ذریعہ عزت بنایا جسے غالب نے بھی ذریعہ اظہار ہی بنایا تھا۔ سارے کام اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ اس نے تو شادی بھی اپنی مرضی سے کی حالانکہ ہمارے ہاں بندے کو اپنی

مرضی سے شادی کرنے کا موقع اس وقت ملتا ہے جب وہ اپنی اولاد کی شادی کرتا ہے۔ ویسے ہمارے ہاں شادی کے بعد مرد خود کو اور عورت اپنے کپڑوں کو تنگ محسوس کرتی ہے مگر امجد شادی شدہ ہو کر بھی گھر میں زیادہ رہتا ہے۔ جس سے یہی لگتا ہے کہ اسے شادی شدہ عورتیں بہت پسند ہیں۔

پہلے لمبریٹا سکوٹر پر سوار پھرا کرتا تھا جس پر سفر کرنا دراصل پیدل چلنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہی ہوتا تھا وہ اور اس کا جڑواں دوست عطاء الحق قاسمی جہاں کوئی بارات دیکھتے اس میں شامل ہو جاتے جس سے کسی اور کو کوئی فرق پڑتا نہ پڑتا بارات کے ساتھ آنے والے بھانڈوں کی آمدنی آدھی رہ جاتی۔ یہ دونوں دولہے کے پاس جا کر اسے کہتے اچھا موقع ہے اب بھی انکار کر دو، مگر امجد کی شادی ہوئی تو عطا نے کہا تھا اچھا موقع ہے چپ کر کے بیٹھے رہو۔ اگرچہ اب دونوں عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں بری بات بری لگنے لگتی ہے، مگر اب بھی جہاں یہ اکٹھے ہوں وہاں لوگ اکٹھے ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ وہ وہ باتیں کرتے ہیں کہ سننے والا ٹین ایجر ہو تو اسے ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کرنا پڑتی ہیں۔

اخبار پڑھتا نہیں دیکھتا ہے اور لوگوں کو دیکھتا نہیں پڑھتا ہے۔ ایک ہی ملاقات میں اس قدر بے تکلف ہو جاتا ہے کہ دوسرا گھبرانے لگتا ہے کہ کہیں قرض ہی نہ مانگ لے۔ دوسروں کی باتیں اس توجہ اور پیار سے سنتا ہے جیسے بچوں کی سن رہا ہو۔ سمجھتا بھی یہی ہے۔ کرکٹ پسند ہے بہت اچھی باؤلنگ کرتا ہے جو مخالف ٹیم کے لیے بہت اچھی ہوتی ہے۔ محنت سے نہیں گھبراتا، بندہ اسے کنگھی کرتا دیکھ لے تو اسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے۔

ہمیشہ آٹوگراف بک پر لکھتا ہے "جو بھی کچھ ہے محبت کا پھیلاؤ ہے" اگر آٹوگراف لینے والی خاتون امید سے نہ ہو پھر بھی یہی لکھتا ہے۔ اس کا پسندیدہ رنگ بلیو ہے۔ یہ رنگ ہمیں بھی پسند ہے بشرطیکہ فلم کا ہو۔

کھانا اس وقت ختم کرتا ہے جب کھانا ختم ہو جائے۔ اسے علم ہوتا ہے کہ لاہور میں اچھا کھانا کہاں سے ملتا ہے اور لوگ اس کے علم سے استفادہ کرتے ہیں۔ اسی لیے جب کوئی نیا ریستوران کھلتا ہے تو وہ اسے بتا کر سمجھتے ہیں آدھے شہر کو بتا دیا۔ اسے کھلا کر بھی یہی سمجھتے ہیں۔ پیٹ بھر کر کھائے نہ کھائے پلیٹ بھر کر ضرور کھائے گا۔

امجد اسلام پہلے "مختصر" تخلص کرتا تھا اور جب کسی مشاعرے میں پڑھتا مختصر مختصر کی آوازیں آتیں۔ اب تو وہ امجد ہو گیا ہے۔ شاعری اور ڈرامے نے اسے عزت نہیں دی اس

نے انہیں عزت دی ہے۔

اس کے اس قدر دوست ہیں کہ اسے پتا نہیں کون کون اس کا دوست ہے۔ دوستوں کی اس کے بارے میں بھی یہی رائے ہے۔ امجد ہر لحاظ سے ایک مکمل انسان ہے یعنی اس میں وہ تمام علاحیتیں موجود ہیں جو انسان کو فرشتہ بننے سے روکے ہوئے ہیں۔

سی می

کہتے ہیں بچوں میں بس ایک ہی برائی ہے کہ وہ بچے نہیں رہتے۔ لڑکی بڑی ہو جائے تو والدین کو یہ ڈر لگ جاتا ہے کہ اب وہ اس گھر سے رخصت ہو جائے گی اور لڑکا بڑا ہو تو یہ ڈر کہ اب وہ اس گھر سے رخصت کر دے گا لیکن سیمی وہ بچی تھی جو ہمیشہ بچی رہی اس کے اصل نام کا تو مجھے علم نہیں مگر وہ ہر کسی کو یوں دیکھتی جیسے کہہ رہی ہو سی می!

اگر لفظ محبت کی تصویر بنائی جائے تو ہو بہو سیمی جیسی ہو گی وہ چار برس میرے کمرے میں رہی اور مسکراتی رہی۔ مسکراہٹ محبت کا پہلا لفظ اور بچے کی مسکراہٹ اس دنیا کا پہلا سچ ہے۔ گفتگو کا سہارا تو انسان نے جھوٹ بولنے کے لیے لیا اسی لیے بچہ مسکرانا تو پیدا ہوتے ہی سیکھ جاتا ہے مگر اسے بولنا سکھانا پڑتا ہے۔ یوں بھی یہ دنیا قائم ہی بچوں کے استقبال کے لیے ہے۔ جس دن کسی نئے آنے والے بچے کا دنیا کو انتظار نہ رہا اس دن یہ دنیا نہ رہے گی۔ سیمی میرے کمرے میں آنے والے ہر شخص کا مسکرا کر یوں استقبال کرتی جیسے اسی کا انتظار کر رہی ہو۔ آپ کمرے میں جہاں بھی بیٹھتے یہی لگتا کہ آپ ہی کو دیکھ رہی ہے۔ بلکہ ہر کوئی یہی سمجھتا کہ صرف اسے دیکھ رہی ہے۔

اس سے پہلے اس کمرے میں جو سٹوڈنٹ رہتا تھا اس نے کمرے میں اتنی تصویریں لگا رکھی تھیں کہ کوئی تصویر بھی دوسری تصویر کو دیکھنے نہ دیتی۔ ایسے ہی جیسے قوالی میں بہت سے گانے والے مل کر یوں گاتے ہیں کہ ایک دوسرے کو گانے نہیں دیتے۔ تصویریں ایسی تھیں کہ دیکھنے والے کا دایاں پاؤں وہاں پڑتا جہاں اس کا بایاں پڑنا چاہیے۔ وہ کہتا میں نے کمرے میں یہ تصویریں اس لیے لگائی ہیں کہ سنا ہے جہاں ایسی تصویریں ہوں وہاں فرشتہ نہیں آتا اور جا کر کم از کم یہ تو نہیں بتاتا کہ ہم یہاں کیا کرتے ہیں۔ ان میں اکثر لڑکیوں کی تصویریں زندہ لگتیں یعنی وہ ایسے ہی دیکھ رہی تھیں جیسے زندہ لڑکیاں اسے دیکھتی ہیں یعنی بادل نخواستہ۔ ان میں ایک انڈین ایکٹریس کی تصویر تھی۔ جس کا صرف سراپا نہیں سے باہر تھا یوں لگ رہا تھا جیسے

اس نے تالاب پہن رکھا ہو اور وہ ڈبونے والی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

ایک خاتون تصویر میں انگریزی گانا یوں گا رہی تھی کہ دیکھنے والے کے ہاتھ فوراً کانوں تک پہنچ جاتے۔ اس نے ایک مرد کو پہن رکھا تھا صرف وہی حصے نظر آ رہے تھے جہاں مرد نے جگہ نہیں لیا تھا۔ گانا گاتے وقت اس خاتون کے چہرے پر وہی کرب تھا جو ہمارے ہاں گانے والوں کے چہروں پر ہوتا ہے۔ میرے دوست "ف" کو انگریزی نہیں آتی مگر اسے انگریزی گانے بہت پسند ہیں۔ کہتا ہے اس کا یہ فائدہ ہے کہ بندہ تمام انگریزی گانوں سے ایک جیسا لطف اندوز ہوتا ہے۔ یوں بھی انگریزی گانوں میں یہ خوبی ہے کہ گانا سمجھ میں آئے نہ آئے گانے والی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ انگلش میوزک اور مشرقی پکے راگوں میں یہ فرق ہے کہ انگلش میوزک بجانے والے خود اچھلتے کودتے ہیں۔ ان کا خون کھول رہا ہوتا ہے۔ جبکہ پکے راگ گانے والے خود تو آرام سے بیٹھے ہوتے ہیں باقی کام سننے والے کر رہے ہوتے ہیں۔

ایک تصویر میں مرد عورت کو بڑی شیر خوار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے لگتا تھا اس نے آنکھوں میں سرمے کی بجائے لپ اسٹک لگا رکھی ہے۔ دونوں میاں بیوی لگتے تھے۔ "ف" کہتا میاں بیوی ہیں مگر میاں کسی کا ہے اور بیوی کسی اور کی کیونکہ ہمارے ہاں عورت اپنے مرد کو اس وقت تک اتنے غور سے نہیں دیکھتی جب تک اس پر شک نہ ہو۔

اس کمرے میں ایک خاتون کی بہت بڑی تصویر بھی تھی جسے "ف" ایک خواتین کی اور ہم خواتین کی تصویر کہتے۔ وہ برتھ ڈے سوٹ میں تھی یعنی اس کے جسم پر دیکھنے والوں کی آنکھوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ لڑکے ان انگریزی تصویروں کو ہجے کر کر کے دیکھتے۔ پھر ایک دن ہوسٹل وارڈن نے اس کمرے پر چھاپا مارا اور لڑکے کو ہوسٹل سے نکال دیا البتہ تصویریں وہیں رہیں۔ پھر جب میری اس کمرے میں الاٹ منٹ ہوئی میں نے یہ تصویریں کمرے سے ذہن پر اتار لیں۔ انہی دنوں میں نے سیمی کو انارکلی میں دیکھا تو مجھے لگا میں نے اسے پہلی بار سے پہلے کا دیکھا ہے اور یہ تصویر لا کر کمرے میں لگا دی "ف" کہتا "اس تصویر کی موجودگی میری عمر کی وجہ سے ہے کہ بڑھاپے میں بچے ہی اچھے لگتے ہیں۔ اس عمر میں تو دل بھی اس عورت پر آتا ہے جو بچوں والی ہو۔" ٹھیک کہتا ہے بڑھاپا دو عمروں کے فرق کا نام ہے۔ ہم عمر جس عمر کے بھی ہوں جب ملیں گے ان میں کوئی بوڑھا نہ ہوگا۔ سیمی کی موجودگی میں واقعی میرے اندر ایک باپ پیدا ہو گیا تھا۔ سیمی کے ہاتھوں کا رنگ ایسا تھا جیسے دودھ میں شہد ملا ہو اور چہرے کا رنگ ایسا جیسے شہد میں دودھ ملا ہو۔ یوں شرارتی انداز سے مسکراتی جیسے ابھی کھلکھلا کر ہنس پڑے گی اور آدمی بے اختیار اس کی ہنسی کا انتظار کرنے لگتا۔

میں اس کی تصویر دیکھتا تو مجھے اپنا چہرہ نظر آتا۔ آئینہ دیکھتا تو اس کی تصویر نظر آتی سارا کمرہ اس کے چہرے سے بھرا رہتا یوں بھی بچے تو پاؤں سے لے کر سر تک چہرہ ہی چہرہ ہوتے ہیں۔ میں اس کو مسکراتا ہوا دیکھ کر مسکراتا تو یوں لگتا جیسے اس سے گفتگو ہو گئی ہو۔

ایک روز سیمی مجھ سے دور ہو گئی۔ وہ دوست جس کی غلطی کی وجہ سے یہ تصویر پھٹی تھی اسے میری حالت کا پتا چلا تو اگلے دن کاغذ میں لپٹی ایک تصویر لے کر میرے پاس آیا کہنے لگا "یہ سب میری وجہ سے ہوا سو میں اسی انگریز ایکٹریس کی تصویر تمہارے لیے خرید کر لایا ہوں بچپن کی تو یہ مل نہ سکی تاہم تمہاری فیورٹ کی تازہ تصویر حاضر ہے۔ یہ رہی تمہاری سیمی!" میں نے تصویر دیکھی اس میں ایک عورت سیمی ہی کے کپڑے پہنے کھڑی تھی صاف لگ رہا تھا اس نے کسی بچی کے کپڑے پہن رکھے ہیں وہ یوں دیکھ رہی تھی جیسے کچھ دیکھ نہیں رہی دکھا رہی ہے۔ میں نے دوست کو یہ کہہ کر تصویر واپس کر دی کہ میری سیمی تو بچی تھی۔

ہیوی ویٹ ہیروئین

ہیوی ویٹ ہیروئن بلاشبہ بڑی سکرین کی سب سے بڑی ہیروئن ہے اتنی بڑی کہ سکرین میں نظر آتی وہ پہلے نظر آجاتی ہے۔ ڈیل ڈول ایسا کہ بندہ ڈول جائے ایک بار ایک بچہ اسے بڑی دیر سے دیکھ رہا تھا تو اس کا باپ تنگ آ کر کہنے لگا بیٹا جتنی آج دیکھ سکتے ہو دیکھ لو باقی کل آ کر دیکھ لینا۔

اردو اور پنجابی فلموں کا فرق ان کی ہیروئنوں سے ظاہر ہے ہمارے ہاں اردو کی سب سے بڑی ہیروئن بھی اتنی بڑی ہے کہ جب تک اسے کلوز میں نہ دکھایا جائے نظر نہیں آتی جبکہ پنجابی اور پشتو کی ہیروئن کا کلوز لیا جائے تو اس کا کچھ ہی حصہ نظر آتا ہے۔ یہ کون سا حصہ ہے اس پر منحصر ہے کہ فلم پنجابی ہے یا پشتو۔ ان ہیروئنوں کی سنگل تصویر بنوائی جائے تو بنانے والا دوہرے فوٹو کے پیسے مانگتا ہے تاہم ایسی ہیروئنوں کی وجہ سے یہ فائدہ ہوا ہے کہ کمزور نظر والے آدمی بھی فلمیں دیکھنے لگے ہیں۔

ہماری ہیروئنیں مغرب سے کسی طور پر کم نہیں وہ دیکھنے میں پھول ہیں' تو یہ پورا گملا' وہ کھانس رہی ہوں تو لگتا ہے ہنس رہی ہیں یہ ہنس رہی ہوں تو لگتا ہے کھانس رہی ہیں۔ لیکن ہیوی ویٹ ہیروئن ہنس رہی ہو تو لگتا ہے ڈانٹ رہی ہے ایسے ہی جیسے شوکت علی گا رہا ہو تو لگتا ہے دھمکیاں دے رہا ہے۔ لیکن ہیوی ویٹ ہیروئن جب مسکرا رہی ہو تو دوسرا یہی سمجھتا ہے کہ رو رہی ہے۔

پنجابی فلم کا ہیرو بول رہا ہو تو اس کی آواز صاف سننے کے لیے لوگوں کو دور دور ہونا پڑتا ہے لیکن ہیروئن بولے تو قریب آنا پڑتا ہے تاکہ پتا چل سکے کہ بول رہا ہے یا بول رہی ہے۔

اداکارہ شبنم کی آواز سوز ہے تو ہیوی ویٹ ہیروئن کی ساز۔ شبنم ڈائیلاگ بولتے لگتی ہے حالت نزع میں بیان دے رہی ہے۔ سسکیاں لیتی ہوئی بولتی ہے اگر غمی کا سین ہو تو سسکی کے بعد لفظ ادا کرتی ہے اور اگر خوشی کا سین ہو تو لفظ کے بعد سسکی ادا کرتی ہے جبکہ ہیوی

ویٹ ہیروئن ہر وقت ہنستی رہتی ہے۔ وہ بھی یوں کہ ہنسنے سے ایک منٹ پہلے اس کا جسم ہلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور ہنسنے کے ایک دو منٹ بعد تک ہلتا رہتا ہے البتہ رو رہی ہو تو لگتا ہے پورا محلہ رو رہا ہے۔

انجمن کا تعلق ایسے گھرانے سے ہے جہاں پیدا ہوتے ہی بچوں کو سب سے پہلے روح کی غذا ملتی ہے۔ دولت اتنی تھی کہ گنتی بھی نوٹوں پر یاد کی۔ اس کے خاندان نے جو شہرت ہیر کو بیاہ کر حاصل کی تھی وہ اس نے بن بیاہے دلوادی۔ اس کے اداکارہ بننے کی تین وجوہات تھیں ایک یہ کہ فن کی خدمت کرنا چاہتی تھی' دوسری یہ کہ اپنی خدمت کرانا چاہتی تھی اور تیسری یہ کہ اس کے خاندان میں لڑکیاں بڑی ہو کر یہی کچھ کرتی ہیں۔

کوئی عمر پوچھے تو اپنی فلموں کی تعداد بتا کر باتوں میں لگا لیتی ہے۔ خوش مذاق ہے یعنی اپنے مذاق پر بہت خوش ہوتی ہے۔ بزرگوں کی عزت کرتی ہے اس لیے جس کے ساتھ عزت سے پیش آئے اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اسے اپنا بزرگ سمجھ رہی ہے۔

آنکھوں کو شامل کر کے چار زبانیں بولتی ہے۔ اور دنیا کی ہر زبان میں "ہاں" کہہ لیتی ہے۔ گھر میں مادری زبان بولتی ہے فادری اس لیے نہیں کہ ماں کے ہوتے ہوئے باپ کو بولتے ہوئے کب کسی نے سنا ہے۔ مادری زبان صرف اپنوں سے بولتی ہے یہاں تک کہ غیروں کو تو اس زبان میں گالی بھی نہیں دیتی۔ ہماری ہیروئنیں خوشی غمی ہر دو موقعوں پر گالیاں ہی دیتی ہیں وہ بھی ایسے جیسے ان کی ڈرامائی تشکیل کر رہی ہوں۔ لیکن جیسے نفیر اور انگریزی کی گالی ہمارے ہاں گالی ہی نہیں سمجھی جاتی۔ اردو کی گالی گالی کم اور تکیہ کلام زیادہ لگتی ہے۔ ملتانی میں گالی دینے والا تو لگتا ہے گزارش کر رہا ہے۔ ہاں پنجابی میں گالی اتنی ہیوی ہوتی ہے کہ تین چار قتل کروا سکتی ہے۔ اسی لیے وہ غیروں کو پنجابی میں گالی دیتی ہے البتہ کسی کی عزت کرنا ہو تو اردو میں کر لیتی ہے۔

جہاں تک سراپے کا تعلق ہے چھوٹا سا منہ جسے دیکھ کر بندہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہے' ٹھینگا دکھاتی ناک' تھوڑی بہت تھوڑی' بولتی آنکھیں' سن گن لیتے کان' جو قیمتی زیورات لٹکانے کے خوبصورت ہینگر ہیں میک اپ میں ظالم' میک اپ کے بغیر مظلوم' رنگ ایسا کہ پاس بیٹھنے والی کو لوگ "گوری" کہنے لگتے ہیں۔ چال ایسی کہ پتہ چل جاتا ہے کہ کہاں سے آئی اور کہاں جا رہی ہے۔ آ رہی ہو تو لگتا ہے دو سمارٹ عورتیں جا رہی ہیں۔ اوقات ملاقات ملاقاتی کی اوقات کے مطابق جسے سزا دینا چاہیے اسے ہنس کر دیکھ لیتی ہے اور وہ کئی دن تک سو نہیں سکتا۔

اس کی صحت کا راز کھانے میں نہیں گھرانے میں ہے اس کے گھر جا کر موٹے سے موٹا

شخص بھی خود کو پتلا سمجھنے لگتا ہے۔ وہ بینٹ پہن لے تو لگتا ہے دریا کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ لاہور کی آب و ہوا اسے ایسی راس آئی کہ ہر سال اسے وزن کم کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ جب تک چپ رہے معزز لگتی ہے بولنے لگے تو سننے والے خود کو معزز سمجھنے لگتے ہیں۔

فلمی زندگی کا آغاز "خوفناک" فلم میں دو سین کر کے کیا پھر اردو فلمیں کیں اور ناکامیاب رہی تاہم شباب کیرانوی مرحوم نے ایسا نام ضرور دے دیا جو اس کے پورے رقبے کا احاطہ کر سکے۔ مذہب سے اس قدر لگاؤ ہے کہ جب بھی باہر گئی عرب ممالک میں ہی گئی ہر وہ نام پسند ہے جو سلطان سے شروع ہو۔

فلموں میں پنجاب کا ایئر کنڈیشن لباس پہنتی ہے۔ رقص کر رہی ہو تو لگتا ہے ورزش کر رہی ہے۔ اداکاری ایسی کہ اس کی ہر ادا' کارگی ثابت ہوتی ہے۔ اس وقت سٹوڈیو میں اس کے اتنے فیل ہیں کہ فلم انڈسٹری فیننز انڈسٹری لگتی ہے۔ جس سے پوچھو ہیوی ویٹ ہیروئن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کہے گا اسی کا خیال ہے۔ وقت کی قدر کرتی ہے' وقت نے بھی اس کی قدر کی ہے خدا اسے مزید بڑھاپے' موٹاپے اور اکلاپے سے بچائے۔

ڈاکٹر موت

اگرچہ ڈاکٹر موت اور موت میں یہ فرق بھی ہے کہ موت آتی ہے اور ڈاکٹر موت آتا ہے لیکن اسے ڈاکٹر موت اس لیے کہتے ہیں کہ جس طرح کسی کو یہ پتا نہیں موت کب آنی ہے؟ ایسے ہی کوئی نہیں جانتا۔ اس نے کب ڈاکٹر بننا ہے۔ وہ ریاست پٹیالہ کے نواب خاندان سے ہے۔ ریاست ہندوستان میں رہ گئی اب اس کے پاس لے دے کے پٹیالہ ہی بچا اسی لیے وہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کے پٹیالہ بلاک میں پھرتا رہتا ہے۔ گرتے پڑتے قدموں اور یہی کچھ کرتی پینٹ کو تھامے ادھر اُدھر دیکھ رہا ہوتا ہے جیسے ابھی کسی دیوار کی اوٹ میں ہو جائے گا۔

وہ ڈاکٹر انور سجاد کا کلاس فیلو تھا بس انور سجاد ذرا مشہور ہو گیا ورنہ دونوں میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے۔ انور سجاد کے افسانے کسی کی سمجھ میں نہیں آتے اور ڈاکٹر موت خود کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا معاشرے میں وہی کردار ہے جو سرحدی گاندھی کا سیاست میں تھا۔ سرحدی گاندھی باتیں زبان کی ورزش کرنے کے لیے کرتا' اسی لیے اس کی باتیں سن سن کر لوگوں کو اکثر پسینے آتے رہتے مگر پنجاب کا یہ عبدالغفار زبان کو صرف چپ رہنے کے لیے استعمال کرتا ہے لیکن جمہوریت کے اس قدر حق میں ہے کہ جس کلاس میں زیادہ لڑکے جا رہے ہوں اسی کلاس میں چلا جاتا ہے' کہتا ہے سیاست شریفوں کا کھیل نہیں' اپنے سوا کسی کو سیاست دان نہیں مانتا۔

علم حاصل کرنا عبادت ہے شاید اسی لیے آج کل اس کا اجر اس دنیا میں نہیں ملتا۔ ڈاکٹر موت نے پالنے سے پالنے پوسنے کی عمر تک صرف یہی عبادت کی ہے اگرچہ اب وہ عمر کے اس حصے میں ہے جہاں بندہ اپنی عمر بھی بھول جاتا ہے مگر اسے اب بھی پڑھائی کا شوق ہے۔ اس وقت تک کلاس میں بیٹھا رہتا ہے' جب تک کوئی بتلا نہ دے کہ لیکچر ختم ہو گیا۔ پچیس سال فائنل ایئر میں رہنے کا ریکارڈ بنا کر وہ پھر فورتھ ایئر میں آ گیا ہے کیونکہ پہلے پتھالوجی کا امتحان فائنل ایئر میں ہوتا تھا اب فورتھ ایئر میں ہونے لگا ہے اسی لیے آج کل دونوں میں سے جو

کلاس ملتی ہے "سن" لیتا ہے اور وہ بھی اس انہماک سے جیسے شرفا گانا سنتے ہیں بلکہ کہتے ہیں جس پروفیسر سے ناراض ہوتا ہے اس کی باقاعدگی سے سننے لگتا ہے۔

ڈاکٹر موت تاریخ کا معمر ترین لڑکا ہے کیونکہ لڑکیاں تو کالج میں آتے ہی خواتین بن جاتی ہیں شاید اسی لیے لکھا ہوتا ہے " کالج برائے خواتین" جبکہ لڑکے کالجوں میں آکر بھی لڑکے ہی رہتے ہیں اسی لیے ان کالجوں کو "بوائز کالج" ہی کہا جاتا ہے اور جب VIVA کے وقت اس کی باری پر چوکیدار کہتا ہے اگلا "لڑکا" اندر جائے تو عبدالغفار کے پیسے پورے ہو جاتے ہیں۔ میرا دوست "ف" کہتا ہے وہ اسی فقرے کو سننے کے لیے تو امتحان دیتا ہے۔

ایک بار ممتحن نے اس سے پوچھا اگر تمہارے پاس ایسا مریض آئے جس کی حادثے میں بازو اور ٹانگوں کی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہوں تو تم کیا کرو گے؟ ڈاکٹر موت نے وقت ضائع کیے بغیر کہا "میں اسے کسی اور ڈاکٹر کو ریفر کر دوں گا۔" اسے پڑھنے کا اس قدر شوق ہے کہ کمرہ امتحان میں لڑکے لکھ رہے ہوتے ہیں اور یہ پرچہ پڑھ رہا ہوتا ہے۔

اس کا رنگ ایسا کہ ذرا کالے کپڑے پہن لے تو لگتا ہے آج ننگا ہی کالج آ گیا ہے۔ چہرے پر میل اور عینک اوڑھے رکھتا ہے۔ عینک کے شیشے اتنے موٹے ہوتے ہیں جیسے سردی سے بچنے کے لیے لگا رکھی ہے۔ شخصیت ایسی کہ جس کے پاس آ کر رک جائے وہ جیب سے ٹکے جیسے ڈھونڈنے لگتا ہے کچھ کہہ دے تو آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ یہ تو بولتا بھی ہے۔ اس کی چال کچھوے کی اور چال چلن خرگوش کا ہے یعنی آہستہ آہستہ چلتا ہے مگر سو سو کر بلکہ جب تک آپ رک نہ جائیں پتا نہیں چلتا کہ وہ چل رہا ہے۔

"سیلف میڈ" آدمی ہے یعنی اس نے اپنے آپ کو بگاڑنے میں کسی سے مدد نہیں لی ہر فیصلہ سوچ سمجھ کر کرتا ہے یہاں تک کہ جہاں سے سڑک دو میں تقسیم ہو وہاں کھڑا ہو کر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کس طرف کو جانا ہے پھر قدم اٹھاتا ہے۔ اپنی گردن آہستہ آہستہ اس احتیاط سے موڑتا ہے جس احتیاط سے لوگ پرانی چیزیں استعمال کرتے ہیں۔

اس کے لباس کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس کے پاس جتنے کپڑے ہوتے ہیں اس نے پہن رکھے ہوتے ہیں اور چلتے وقت یوں لگتا ہے جیسے کوئی قد آور ہینگر پرانے کپڑے لٹکائے پھر رہا ہو۔ ان کپڑوں کی بڑی خوبی یہ ہے کہ مزید میلے نہیں ہو سکتے۔

عبدالغفار اپنے ہم عمروں کو بہت پسند کرتا ہے شاید اسی لیے اس کے کپڑے اور سائیکل اس کے ہم عمروں میں سے ہیں۔ اس کی سائیکل "چور پروف" ہے وہ سائیکل پر مصلوب نظر آتا ہے۔ قانون کا اس قدر احترام کرتا ہے کہ سرخ بتی پر فوراً سائیکل کو لٹا کر خود کپڑے

جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ بتی سبز ہوتی ہے تو سائیکل پر دوبارہ سوار ہونے لگتا ہے جب تک وہ دوبارہ سوار ہوتا ہے بتی پھر سرخ ہو چکی ہوتی ہے یوں بھی اسے سرخ رنگ سے بہت پیار ہے۔ سرخ رنگ سب کو اچھا لگتا ہے بشرطیکہ نوٹ کا ہو۔

کالج میں ہمیشہ ایک تھیلا کاندھے پر لٹکائے رکھتا ہے جس کی وجہ میرا دوست "ف" یہ بتاتا ہے کہ اس کے گھر تھیلا لٹکانے کی اور جگہ نہیں۔ تھیلے میں ایک کنگھی اور اس کی اپنی لکھی ہوئی کتابیں ہیں یعنی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی جو اس قدر سیاہ ہیں کہ کتابیں کم اور کرتوتیں زیادہ لگتی ہیں۔ کنگھی اس قدر ضعیف ہے کہ شاید ہی اس کے منہ میں کوئی دانت ہو۔ پان کھا کھا کر دانتوں کی یہ حالت ہے کہ آپ انہیں دانتوں کے علاوہ کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اونچا سنتا ہے نہ بولتا ہے بس اونچا سمجھتا ہے۔ ہر کام اپنی مرضی سے کرتا ہے یعنی جس بات پر مرضی ہنس دے جس پر مرضی بُرا منا لے۔ بعض اوقات اس بات پر ناراض ہو کر اٹھ جاتا ہے کہ آپ اس کی بات پر ہنسے نہیں اور کبھی اس پر کہ آپ اس کی بات پر ہنسے کیوں؟

لڑکیوں کو اسی نظر سے دیکھتا ہے جس سے وہ اسے دیکھتی ہیں یعنی بادلِ نخواستہ عورت کا ذکر کرو تو چپ ہو جاتا ہے اس چپ کے پیچھے کتنی عورتوں کی باتیں ہیں کسی کو نہیں بتاتا مگر میرا دوست "ف" کہتا ہے شرط لگا سکتا ہوں وہ کسی عورت کے تعاون کے بغیر اس حالت کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ نشہ بھی کرتا ہے بلکہ نشہ ہی کرتا ہے مگر ایسا وضع دار کہ چاہے دو دن سے نشہ نہ کیا ہو پر کیا مجال کسی کو پتا چلنے دے کہ اس نے نشہ نہیں کیا۔ ڈاکٹر موت ترقی پسند ہے ظاہر ہے ترقی کو پسند ہی کر سکتا ہے۔ ایک زمانے میں ریگل چوک میں ترقی پسندوں کے پوسٹر بھی بانٹا کرتا تھا مگر دکھاوے کا قائل نہ تھا۔ ساری ساری رات پوسٹر لیے کھڑا رہتا جونہی کوئی آدمی نظر آتا وہ فوراً چھپ جاتا کہ کہیں کوئی اسے پوسٹر بانٹتا نہ دیکھ لے۔ وہ کسی کو آرڈر نہیں دے سکتا اسی لیے کینٹین پر بیٹھا ہوا پاس والے کو کہے گا ذرا چائے کا آرڈر تو دینا۔ سگریٹ خود خرید کر نہیں پیتا کہتا ہے خود خرید کر پینے سے یہ زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔

جس طرح اہلِ امریکہ نے آزادی کے مجسمے کو ایک جزیرے میں قید کر رکھا ہے ایسے ہی عبدالغفار علم کا وہ مجسمہ ہے جس کو چھو کر ہزاروں اہلِ علم تو گزرے ہیں مگر علم چھو کر نہیں گزرا۔ وہ وہیں ہے جہاں پچیس سال پہلے تھا یہی اس کا اعزاز ہے۔ کہتے ہیں ڈاکٹر بننا اس کی ضد ہے لیکن مجھے تو لگتا ہے ڈاکٹر نہ بننا اس کی ضد ہے۔

افریقہ کا بٹ

جیسے کسی بچے اور سردار جی کے بارے میں یہ پیش گوئی نہیں کی جا سکتی کہ وہ اگلے لمحے کیا کرے گا ایسے ہی دلدار بھٹی کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اگلے لمحے کیا کہے گا۔ کہتے ہیں اسے بولنے کی بیماری ہے حالانکہ وہ چپ ہو تو اس کا یقینی مطلب یہ ہے کہ وہ بیمار ہے۔ دورانِ گفتگو کسی کی سننا تو درکنار وہ اپنی بھی نہیں سنتا۔

لڑتے وقت دلدار بھٹی سے دلا بھٹی بن جاتا ہے۔ اگر کسی سے زیادتی کرے تو معافی مانگ لیتا ہے اسی لیے کسی سے لڑ پڑے تو اسے دل کھول کر ذلیل کرتا ہے کہ کل معافی تو مانگ ہی لینا ہے۔ چھوٹے منہ کی بڑی بات کو بڑے حوصلے سے برداشت کر جاتا ہے مگر بڑے منہ کی چھوٹی بات پر میں نے اس کو بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھا ہے۔

دلدار دیکھنے میں ریڈیو کا آدمی لگتا ہے یعنی صرف سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ رنگ ایسا کہ نہا کے آ رہا ہو تو لگتا ہے نہانے جا رہا ہے۔ کہتا ہے اگر افریقہ میں ہوتا تو لوگ مجھے بٹ صاحب کہہ کر بلاتے۔

دلدار [illegible] نیوز کاسٹر ہے یعنی بچپن ہی سے اپنے باپ کے ساتھ اس اعتماد سے جھوٹ بولتا تھا کہ اس اعتماد سے نیک طینت سچ نہ بولتے ہوں گے شاید اسی لیے وہ اسے وکیل بنانا چاہتے تھے مگر وہ کسی دیوانی عدالت کی بجائے اپنے دیوانوں کی عدالت میں پہنچ گیا۔

[illegible] اپنے دلدار، مرد بھٹی اور جنہیں کام ہو بھٹی صاحب کہتے ہیں۔ دلدار عورتوں کو دلداری کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اسے نئے نئے لباس خریدنے کا بہت شوق ہے جس کی وجہ میرا دوست "ف" یہ بتاتا ہے کہ وہ نئے نئے لباس آزماتا ہے کہ شاید کوئی اسے اچھا لگے اپنے طور پر [illegible] دھلا یار رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کوئی ساتھ ہو تو میلا میلا لگتا ہے۔

[illegible] دنوں کی طرح آتا ہے اور جاتا بھی ایسے ہی ہے یعنی اس کے جانے کے گھنٹہ بعد تک یہی لگتا ہے جیسے ابھی اٹھ کر گیا ہو۔ مخالفین کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جو مخالفین

اس کے ساتھ کرتے ہیں۔

بلا کا تیز ہے جو کام دوسرے ہفتوں میں کرتے ہیں یہ دنوں میں کر لیتا ہے یعنی جتنی غلطیاں دوسرے ہفتے میں کرتے ہیں یہ ایک دن میں کر جاتا ہے۔ گاڑی اس امید پر چلاتا ہے کہ مخالف سمت سے آنے والا خود ہی بچا لے گا حالانکہ ہمارے ہاں مخالف سمت سے آنے والا بھی اسی امید پر ہوتا ہے۔

کسی کو چھوٹا بڑا نہیں سمجھتا اسی لیے اس کے فقروں سے چھوٹے بڑے مساوی طور پر غیر محفوظ ہوتے ہیں زنانہ لباس کی طرح ہے یعنی جو اس کے اندر ہوتا ہے سب پر ظاہر کر دیتا ہے۔

دلدار بھٹی نے بڑے بڑے بد تمیزوں کو مہذب بنایا ہے یعنی وہ اس کے پاس بیٹھے ہوں تو مہذب لگتے ہیں۔ وہ پیٹھ پیچھے برائی نہیں کرتا یہ کام وہ سامنے کرتا ہے۔ اپنا کسی سے تعارف نہیں کراتا۔ کہتا ہے جو مجھے پہچانتے نہیں ان سے تعارف کروانے کا کیا فائدہ اور جو جانتے ہیں ان سے تعارف کی کیا ضرورت۔ نتیجہ یہ کہ اب لوگ اسے تعارف کے بغیر ہی برا بھلا کہنے لگتے ہیں اس کا فنی قد ایسا ہے کہ آپ پاکستان کے کسی بھی کونے میں کھڑے ہو کر اسے پتھر مار سکتے ہیں۔

تانک جھانک کا اسے بچپن ہی سے شوق تھا۔ آج کل ٹی وی کی کھڑکی سے لوگوں کے گھروں میں جھاتیاں مارنے لگا ہے۔ کمپیئرنگ یہ جاننے کا فن ہے کہ کب چپ ہونا ہے۔ جسے یہ پتا نہ ہو اسے ٹی وی کمپیئر کہتے ہیں۔ راحت کاظمی کمپیئرنگ کر رہا ہو تو مہمان اس کا مد مقابل ہوتا ہے۔ وہ اردو یوں بولتا ہے جیسے اس پر احسان کر رہا ہو۔ طارق عزیز مائیک پر یوں چلاتا ہے جیسے فٹ پاتھ پر منجن بیچ رہا ہو۔ وہ جانتا ہے سچ کا بول بالا ہوتا ہے اسی لیے بلند آواز میں بولتا ہے اور وہ بھی یوں کہ لگتا ہے لہجے، الفاظ اور تلفظ پر تشدد کر رہا ہے۔ نعیم بخاری اپنی انکساری کے باعث سیٹ کا حصہ لگنے لگتا ہے۔ یوں بولتا ہے جیسے بخار میں بول رہا ہے۔ مہتاب چنا چپ بھی ہو تو سنائی دیتی ہے۔ خوش بخت شجاعت تو عورتوں کی طارق عزیز ہے۔ انور مقصود سولہ سنگھار کر کے آتا ہے بات بعد میں کرتا ہے داد طلب نگاہوں سے سامعین کو پہلے دیکھتا ہے۔ سلمٰی بیگ بولتی ہوئی لگتی ہے معافیاں مانگ رہی ہے۔ دلدار کمپیئرنگ کم اور مداری زیادہ کرتا ہے۔ اس میں لفظی بازی گری نہیں زندگی کا ہلہ گلہ ہے۔ دوسرے لکھا ہوا بولتے ہیں اس کا بولا ہوا لکھا جاتا ہے۔

اس کی اس قدر صلاحیتیں دیکھ کر لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے بیک وقت زنانہ اور

مردانہ صلاحیتیں بخشی ہیں۔ دلدار بھٹی کی ان صلاحیتوں کا سب سے بڑا دشمن دلدار بھٹی ہی ہے وہ ایک جینیس کمپیئر ہے جسے اس نے مار دیا وہ منفرد کالم نگار بھی ہے جسے اخبار والوں نے مار دیا وہ اعلیٰ درجے کا اداکار ہے جسے پتا نہیں کس نے مارا ہے اور یوں وہ بڑا آدمی بننے سے بال بال بچا ہوا ہے۔